OPEN ACCESS
Al-Qālam القلم
P-ISSN: 2071-8683; E-ISSN: 2707-0077
Volume 29, Issue, 2, 2024
http://alqalamjournalpu.com/

ریاست کا تعلیمی نظام-سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Education System of a State in the Light of Sīrah of the Prophet Muḥammad (SAW)

Dr.Ayesha Jabeen
Assistant Professor, Dept. of Islamic Studies
(Govt Graduate College(w) Gulberg,Lahor**e**

Abstract

KEYWORDS:

Knowledge, State, Teachings of the Prophet Muḥammad(SAW), Education System, The Last Sermon of the Prophet Muḥammad(SAW)

Date of Publication:
26-12-2024

CC BY NC ND

The education system is one of the foundational pillars of society. It serves as a powerful tool for individual growth, cultural development, economic advancement, and societal harmony. It shapes the ideology and ethics of a nation that leads to a ripple effect for national progress. Education holds a central place in Islamic tradition. The Glorious Qur'ᾱn and teachings of the Prophet Muḥammad (SAW) place a paramount importance to acquire the knowledge. "Seeking knowledge is an obligation upon every Muslim." (al-Sunan Ibn Mᾱjah, Ḥ:224) . This Ḥadīth denotes universal access to education in Islam. The life and teachings of the Prophet Muḥammad (SAW) significantly influenced the development of education systems and provided the guidelines to ensure the efficacy of education as well.

This article presents the foundations and principles of the education system derived from the teachings of Prophet Muḥammad (SAW) . It illustrates the objectives of education in the light of the Prophet Muḥammad's Last Sermon. It also shows the tremendous actions and initiatives of the Prophet Muḥammad (SAW) in the educational sector , ultimately resulting in the splendid era of learning, scientific research, and social cohesion

تمہید:

ہادئ عالم، محسنِ انسانیت، رسولِ رحمت حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بعثتِ مبارکہ نے اہلِ جہاں کو خیر و شر، حسن و قبح، سعادت و شقاوت، روشنی و تاریکی اور کامرانی و ناکامی کے منفرد پیمانوں اور معظّم اصولوں سے متعارف کروایا۔ یہ معلّم اعظم، سید المرسلین ﷺ کی اثر انگیز تعلیمات اور انقلاب آفریں اقدامات ہی ہیں جن کی بدولت انسانیت اپنی منزلِ گم گشتہ کی جانب پھر سے متوجہ ہوئی۔ بارانِ رحمت سے دخان جاہلیت کے پردے شق ہونے سے صراطِ مستقیم نکھر کر سامنے آگیا، مصلح و مفسد افکارِ حیات میں خطِ امتیاز ثبت ہو گیا، اور اعلیٰ و ادنیٰ مقاصدِ حیات کے حامل کردار آئینۂ تاریخ میں منقش ہو گئے۔

رسول اکرم ﷺ کی بعثتِ کریمہ تاریخ انسانی کے ایک نئے، روشن اور تابناک دور کا آغاز ہے۔ خالقِ کائنات نے اپنے آخری نبی ﷺ کے وجودِ مسعود کو بشری و حیوانی اقدار کے مابین فرق کا میزان و معیار بنایا ہے، ان کی اتباع کو اپنی اطاعت سے منسوب کیا ہے[1]، الٰہی رضا کے سند یافتہ ضابطۂ حیات **دین اسلام**[2] کی تعلیم و تنفیذ کا ذی شان فریضہ ان کے سپرد کر کے کمال حکمت سے پایہ تکمیل کو پہنچایا، اور بلا امتیاز زمانہ و علاقہ تمام انسانوں کو حکم دیا:
﴿وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ﴾[3]، "اور ان کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پاؤ۔"[4]

نبی کریم ﷺ نے انسانی زندگی کے اجتماعی نظم کو نزولِ قرآن حکیم کی تیئس سالہ (23) سالہ مدت[5] میں مختلف مراحل و جہات میں تشکیل دیا۔ انفرادی و اجتماعی مصالح کے حصول اور انتشار و فساد سے بچاؤ کے لیے ایک مضبوط و منصف ریاست قائم کی۔ ریاست کو کمزور کرنے والے عناصر، جرائم کی روک تھام اور مجرموں کی سرزنش کے لئے اقدامات کیے۔ بین الممالک سفارتی تعلقات استوار کیے۔ ریاست و رعیت کی مالی خوش حالی کے لیے معاشی نظم و استحکام کے زریں اصول نافذ کیے۔ ریاست کے دفاع و وقار کے لیے عسکری مہمات و انتظامات کیے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان سب مراحل و جہات میں تعلیم و تعلّم کو مرکزی توجہ حاصل رہی کیونکہ دنیوی و اخروی حسنات کی ضامن جس مملکت کا قیام عہدِ نبوی ﷺ میں عمل میں آیا اس کی نظریاتی اساس حاکمیت باری تعالیٰ تھی، لہٰذا وابستگانِ ریاست کے قلوب و اذہان میں واحدانیت باری تعالیٰ کی کماحقہ معرفت راسخ کرنا لازمی تھا۔ اسی بنا پر ریاست مدینہ کے تمام نقوش میں تعلیم و تعلّم کا نقش بہت واضح اور گہرا ہے۔

پہلی وحی[6] ﴿اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ﴾[7] "(اے محمد ﷺ) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (عالم) کو پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا، اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا"، نے علم، قراءت و کتابت کی اہمیت و مرکزیت مسلّم کر دی۔ ازاں بعد آیات کریمہ ﴿ یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ۙ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ۪ۙ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرۡ ۪ۙ وَ ثِیَابَکَ فَطَهِّرۡ ۪ۙ وَ الرُّجۡزَ فَاهۡجُرۡ ﴾[8] "(اے محمد ﷺ) جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو، اٹھو اور ہدایت کر دو، اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، اور ناپاکی سے دور رہو" کے نزول[9] نے تعلیم، تدریس، تبلیغ، شعور و آگاہی دینے، حقیقت سے باخبر کرنے اور کج فہمی کے اندھیروں سے نکالنے کے لیے مسلسل جدوجہد کی تعیین کر دی۔ مکہ مکرمہ میں حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ کے گھر کو پہلے علمی مرکز کا اعزاز حاصل ہوا جہاں طلبائے حق علومِ وحی کے چشمہ صافی سے سیراب ہوتے[10]۔

آیات کریمہ: ﴿کَذٰلِکَ اَرۡسَلۡنٰکَ فِیۡۤ اُمَّةٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتۡلُوَا۠ عَلَیۡهِمُ الَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ... الخ﴾[11] "(جس طرح ہم اور پیغمبر بھیجتے رہے ہیں) اسی طرح (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو اس امت میں جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں بھیجا ہے تاکہ تم ان کو وہ (کتاب) جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے پڑھ کر سنا دو..." ﴿کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِیۡکُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡکُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیۡکُمۡ وَ یُعَلِّمُکُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَةَ وَ یُعَلِّمُکُمۡ مَّا لَمۡ تَکُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ﴾[12] "جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیات پڑھ پڑھ کر سناتے اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب (یعنی قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے" کی رو سے اللہ عزوجل نے نبی مکرم ﷺ کو جن عقائد، حقائق و احکام کی تعلیم و تذکیر کے فریضہ پر مامور فرمایا تھا، اس کی بصورت کمال انجام دہی پر رسول کریم ﷺ کے احوالِ حیات شاہد ہیں۔ علم کی عالم گیر نبوی تحریک نے وہ قابل رشک نفوس مہیا کیے جنہوں نے آئندہ زمانوں کی زمامِ کار سنبھالی تو ریاستی نظم و نسق اور معاشرتی فلاح و بہبود کی زریں و قابلِ تقلید مثال قائم کی۔

نجاشی حبشہ کے دربار میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی تقریر نبوی تعلیم و تربیت کے حوالے سے لطیف و دقیق نکات کی حامل ہے۔ یہ واضح کرتی ہے کہ رسول کریم ﷺ کی تعلیمی حکمت عملی کن پہلوؤں پر محیط تھی، اس سے کیسے نظریات و کردار کی تشکیل مقصود تھی اور ریاست کے لیے کس طرح کے افراد تیار ہو رہے تھے۔ حضرت

جعفرؓ کا کہنا: " **كنا قوما اهل جاهلية**"[13] "ہم بالکل جاہل لوگ تھے" دلالت کرتا ہے کہ وہ علم و عرفان سے عاری اور شعورِ حق و باطل سے ناآشنا لوگ تھے۔ ان کی فکری پستی و علمی شکستگی کی حالت یہ تھی کہ **اول: "نعبد الاصنام"**[14] "ہم بتوں کو پوجتے تھے" یعنی خالق حقیقی کے بجائے خود ساختہ بتوں کے آگے سر تسلیم خم کرتے تھے۔ **دوم: "ناكل الميتة"**[15] "ہم مردار کھاتے تھے" یعنی اصولِ صحت سے ایسے غافل تھے کہ مردار کھانا مرغوب تھا۔ **سوم: "ناتي الفواحش و نقطع الارحام و نسئ الجوار و ياكل القوى منا الضعيف"**[16] "برے کاموں کا ارتکاب کرتے، رشتے ناتے توڑ دیتے، پڑوس سے برا سلوک کرتے، اور ہم میں سے قوی کمزور کو کھا جاتا تھا" یعنی سماجی روابط میں نقصان دہ طریقوں پر کاربند تھے، عزت، حمیت، حیا، وفا، اخلاق کریمہ کو نظر انداز کرتے ہوئے برائیوں کا ارتکاب فخر سے کرتے۔ خاندانی تعلقات میں قربت و رحمت کے بجائے ظلم و زیادتی کی روش اپناتے۔ ہمسایوں سے بدسلوکی کرتے۔ قوت و طاقت کو معاشرے میں امن و انصاف کے بجائے کمزوروں پر جور و جبر کے لیے استعمال کرتے جس سے معاشی ناہمواریوں اور جنگ و جدال کا بازار گرم رہتا۔

درس گاہِ نبوی ﷺ سے تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں انہیں شخصی و سماجی حقوق و فرائض کا شعور ملا اور انہوں نے انفرادی و اجتماعی امورِ حیات الٰہی دستور کے تابع کر دیئے، جس کی جانب **حضرت جعفرؓ کے مندرجاتِ تقریر** اشارہ کرتے ہیں۔ ان کے بیان کی عبارات: "**فدعنا الى الله لنوحده و نعبده و نخلع ما كنا نعبد من الحجارة و الاوثان...** (اس نبی ﷺ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے اور اس کی عبادت کرنے کی دعوت دی، اور یہ کہ ہم جن پتھروں اور خداؤں کی عبادت کرتے ہیں ان کو چھوڑ دیں...)"، "**و امرنا ان نعبد الله وحده لا نشرك به شيئا...** (اور ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں...)"، "**فعبدنا الله وحده فلم نشرك به شيئا** (پس ہم نے اللہ جو یکتا ہے کی عبادت کی اور کسی کو شریک نہ بنایا)"، "**و حرمنا ما حرم علينا و احلنا ما احل لنا** (اور جو ہم پر حرام کیا گیا اسے حرام مانا اور جو ہم پر حلال کیا گیا اسے حلال جانا)"[17] سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی **تعلیمی جدوجہد کا محور** افراد میں ﴿أَلَا لَهُ ٱلْخَلْقُ وَٱلْأَمْرُ﴾[18] "دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے)" کا نظریہ راسخ کرنا ہے۔ مزید ان کے قول: "**و امرنا بالصلاة و الزكاة و الصيام** (اور ہمیں نماز، زکوۃ، اور روزوں کا حکم دیا)"[19] کے یہ الفاظ عکاسی کرتے ہیں کہ ان **علمی سرگرمیوں سے مطلوب** شخصی تطہیر و تعمیر ہے۔ نماز جواب دہی کا شعور زندہ رکھتی ہے۔ روزہ، دیگر انسانوں کی بشری حاجات کے احساس، باہمی ہمدردی و تعاون کی تذکیر ہے۔ زکوۃ، عطائے اموال

کے للہ و من اللہ ہونے اور اسی کے بندوں پر انفاق کو سعادت سمجھنے کا مظہر ہے۔ نیز حضرت جعفرؓ کے کلمات:" **وامرنا بالصدق الحديث و اداءالامانة و صلة الرحم و حسن الجواروالكف عن المحارم و الدماء و نهانا عن الفواحش و قول الزورو اكل مال اليتيم و قذف المحصنات** (ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتہ داروں سے تعلقات قائم رکھنے، ہمسایوں سے حسن سلوک، حرام امور اور خون بہانے، سے باز رہنے کا حکم دیا، اور ہمیں بری باتوں، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال ہڑپ کرنے، اور پاک دامن خواتین پر تہمت لگانے سے منع کیا)"[20] **تعلیمی عمل کے نتائج و ثمرات** کی بابت راہ نمائی کر رہے ہیں کہ فرد معاشرے کے لیے نفع بخش بن جائے۔ وہ سماجی تعامل میں جھوٹ، دھوکہ، خیانت و خصومت سے معاشرے کو داغ دار نہ کرے، اور نہ ہی مالی استحصال کرے، کمزور طبقات کے حقوق کی نگہبانی کرے، اور خواتین کی عزت واکرام کا محافظ ماحول فراہم کرے۔

حضرت جعفرؓ کی تقریر اس تعلیم و تربیت کی ایک جھلک ہے، جس کا اہتمام وانتظام رسول کریم ﷺ نے پر امن ریاست اور صحت مند معاشرے کے لیے کیا۔ اوراقِ سیرت ﷺ کے شواہد میں یہ حکیمانہ نکتہ مضمر ہے کہ مملکت میں تعلیمی نظام کی حیثیت جسم میں دل کی مانند ہے۔ جس طرح دل سے صاف خون کی اعضائے بدن کو فراہمی پر جسم کی حرکت وحیات کا انحصار ہے، اسی طرح ریاست کی طاقت و قوت کا دارومدار تعلیمی عمل کی درستی پر ہے۔ جس طرح نظام قلب میں بگاڑ آنے کی صورت میں پورا جسم متاثر ہوتا ہے، اسی طرح نظام تعلیم میں فساد آنے کی صورت میں ریاست اضمحلال وزوال کا شکار ہونے لگتی ہے۔

ہجرت مدینہ سے قبل ہی وہاں ابلاغِ علم اور تفہیم واشاعت دین کی سرگرمیاں شروع ہو گئی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے اولین مسلمان انصار کی درخواست:" **ابعث الينا رجلا يفقهنا فى الدين و يقرئنا القرآن** (ہماری طرف ایک آدمی بھیج دیں جو ہمیں دین سمجھائے اور قرآن پڑھائے)"[21] پر حضرت مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ کو مدینہ بھیجا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی مدینہ میں تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز حضرت اسعد بن زرارہؓ کا گھر تھا۔[22] بنی زریق سے حضرت رافع بن مالکؓ نے اپنے رہائشی علاقہ میں ایک مختص مقام پر تعلیمِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا یہی جگہ مسجد بنو زریق کے نام سے موسوم ہے۔[23] مہاجرین اولین ہجرت کے بعد قبا میں ایک مقام عصبہ میں قیام پذیر ہوتے، یہاں سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ قرآن مجید کا علم سب سے زیادہ رکھتے تھے، امامت کے فرائض انجام دیتے[24] نیز درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا۔[25] رسول کریم ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد

مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی[26]، اسے معلّم انسانیت ﷺ کی علمی مجالس کے مرکز کا شرف حاصل ہوا۔ یہاں مسجد کا ایک حصہ صفہ کے نام سے منسوب تھا جہاں مستقلاً مقیم افراد اصحاب صفہ کہلاتے[27]، یہ رسول اکرم ﷺ سے علوم و معارف کی تحصیل کے مشتاق تھے، امام قسطلانیؒ (م 923ھ) نے لکھا ہے کہ بئر معونہ کے شہداء اصحاب علم و فضل جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بنو عامر کے سردار ابو براء عامر کی درخواست پر تعلیم دینے کے لیے بھیجا تھا وہ اصحاب صفہ ہی میں سے تھے[28]، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درس گاہ صفہ کے فضلا تعلیمی و تدریسی خدمات پر بھی مامور کیے جاتے تھے۔ مزید بر آں نبی کریم ﷺ نے دیگر علاقوں میں تعلیمِ دین کے لیے بھی اقدامات کیے مثلاً حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسی اشعریؓ کی یمن تعیناتی کے وقت انہیں حکم دیا کہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں[29]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاست کی ایک اہم ذمہ داری رعایا کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا، ان میں علمی ذوق و شوق پروان چڑھانا، تعلیمی سہولیات فراہم کرنا اور قابل اساتذہ کا تقرر کرنا ہے۔

اس کے ساتھ تعلیمی عمل کی صحت کی نگرانی بھی ریاست کے جملہ فرائض میں شامل ہے۔ جو ادارے ریاست کی نظریاتی بنیادوں کو نقصان پہنچانے، افتراق، انتشار اور تخریب کے مذموم مقاصد کے حامل ہوں، ان کے خلاف مؤثر کاروائی کرنے کا اصول بھی سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں سامنے آتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک سے واپسی پر مسجد ضرار کو منہدم کروادیا۔ ابو عامر نامی شخص نے ہرقل روم کو مسلمانوں کی قوت ختم کرنے کے لیے جنگ پر آمادہ کیا، ادھر وہ مدینہ منورہ میں ہم نوا منافقین کو ایک مسجد تعمیر کرنے اور اسے اسلام مخالف سرگرمیوں کا مرکز بنانے کی ہدایات دے کر گیا تھا تاکہ بیرونی حملہ کے ساتھ اندرونی خلفشار کی تیاری پہلے سے ہو چکی ہو۔ اسلام کا ظاہری لبادہ اوڑھے ان دشمنان دین نے مسجد کی تعمیر کے بعد نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ یہاں نماز ادا کریں تاکہ اسے نبوی اجازت و سرپرستی حاصل ہو جائے۔ رسول کریم ﷺ کو اس وقت تبوک کی مہم درپیش تھی اس لیے اسے واپسی تک مؤخر کر دیا۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر نبی کریم ﷺ کو بوساطتِ وحی اس مسجد کے برے عزائم (ضرر، کفر، مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانا، گھات لگانے میں دشمن کی مدد کرنا[30]) کی اطلاع ہوئی اور آپ ﷺ نے مدینہ پہنچنے سے قبل ہی اسے ختم کرنے کے لیے دو صحابہ کرامؓ کو روانہ فرمایا[31]۔ اس سے ریاست میں علم و حکمت کے چشموں کو صاف و شفاف رکھنے اور وہاں سے آبِ طیب و طاہر کی فراہمی و روانی کو یقینی بنانے کا قاعدہ سامنے آتا ہے۔

آئندہ سطور میں سراجِ منیر ﷺ کی سیرتِ مطہرہ کی روشنی میں ریاست کے تعلیمی نظام کے نمایاں خدوخال پیش کیے جارہے ہیں۔

تشکیلی اساس

نبی کریم ﷺ کی تعلیمی وتربیتی جدوجہد کا محور توحید باری تعالیٰ کی معرفت نظر آتا ہے۔ آثارِ سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ معبودِ واحد کی شناخت، اس کی ذات، صفات، اختیارات وصناعت سے آگاہی اور اس کی تابعداری و رضامندی کا حصول جملہ علمی وفنی کمالات کا جوہر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کفارِ مکہ کی بت پرستی اور اہلِ کتاب کی تحریفات کے مقابل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وعبودیت کی تعلیم دی اور خالقِ حقیقی کے بارے میں انسانی فکر کو درست سمت عطا کی۔ طبقات ابن سعد میں منقول ہے کہ نبی کرم ﷺ قبائل عرب کو دعوت دیتے ہوئے فرمارہے تھے:

((یا ایھاالناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا و تملکوا بھا العرب وتذل لکم العجم و اذا امنتم کنتم ملوکا فی الجنۃ)) [32]

اے لوگو! لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلو فلاح پالوگے، اور عرب کے مالک بن جاؤگے، اور عجم کو اپنے زیرِ نگیں کرلوگے، اور ایمان لانے پر جنت میں بادشاہی کی حقدار بن جاؤگے۔

یعنی کامرانی، جنت کی بادشاہی اور عرب وعجم کی سرداری اللہ رب رحیم وکریم کی معرفت واطاعت پر منحصر ہے۔ امام ذھبیؒ (م 748ھ) نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذی المجاز میں دعوت دیتے ہوئے فرمارہے تھے:

((یا ایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا)) [33]

اے لوگو! لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلو فلاح پالوگے۔

لغت کی معروف کتاب **لسان العرب** میں ہے کہ **فلاح** سے مراد ایسی کامیابی وکامرانی ہے جو ابدی ودائمی ہو، ایسی نعمتوں اور خیر کا حصول جو ہمیشہ باقی رہیں۔ [34]

توحید کی مرکزی اہمیت حضرت معاذ بن جبلؓ کو نبی کریم ﷺ نے جس طرح سمجھائی، اس سے بھی اسی جانب راہ نمائی ملتی ہے:

"قال النبی ﷺ: ((یا معاذ ، أتدری ما حق اللہ علی العباد ؟))، قال : اللہ و رسولہ أعلم، قال : ((أن یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئا ، أتدری ما حقھم علیہ))، قال : اللہ ورسولہ أعلم، قال : ((أن لایعذبھم)) ۔[35]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالی کا اس کے بندوں پر کیا حق ہے ؟، انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا الہہ تعالی پر کیا حق ہے، انہوں نے جواب دیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ (جب وہ توحید پر قائم ہوں) ان کو عذاب نہ دے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن روانگی پر اہلِ کتاب کے حوالے سے تلقین فرمائی کہ تم انہیں اللہ کے معبودِ واحد اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے رسول اللہ ہونے کی تعلیم و تبلیغ کرنا، آمادہ ہو جائیں تو نبی کریم ﷺ نے ترتیب وار مزید احکام ذکر فرمائے۔[36] حضرت سعد بن معاذؓ کے قبولِ اسلام کے بعد قبیلہ بنی عبد الاشھل نے بھی اسلام قبول کر لیا، اس وقت حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت اسید بن الحضیرؓ نے بنی عبد الاشھل کے تمام بت توڑ دیئے[37]، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم سے افراد منافیٔ توحید مظاہر و شعائر کے تدارک کی تدابیر کرنا بھی سیکھتے ہیں۔ درحقیقت نظام تعلیم مدارِ توحید ہی کے گرد گردش کرتا ہے، یہی قصرِ تعلیم کی تشکیلی اساس ہے اور توحیدِ باری تعالیٰ کی معرفت ہی گلستانِ علم کے وابستگان کو دائمی خیر و سلامتی اور ابدی انعام و اکرام کا حقدار بننے کے سانچے میں ڈھالتی ہے۔

نظام تعلیم کی دوسری تشکیلی اساس نبی رحمت ﷺ کی رسالت و اطاعت کا اقرار و اثبات ہے۔ خزینۂ سیرت شاہد ہے کہ افراد کو رسول اللہ ﷺ کے منصب رسالت اور اس کے تقاضوں کی بابت مسلسل تبلیغ و تعلیم دی گئی۔ زعمائے قریش اور نبی کریم ﷺ کے مابین ہونے والی گفتگو میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ لائقِ توجہ ہیں:

((... ولکن اللہ بعثنی الیکم رسولا و انزل علیّ کتابا و امرنی ان اکون لکم بشیرا و نذیرا فبلغتکم رسالات ربی ونصحت لکم فان تقبلوا منی ما جئتکم بہ فھو حظکم فی الدنیا والاخرۃ و ان تردہ علی اصبر لامر اللہ حتی یحکم اللہ بینی و بینکم))۔[38]

(بات یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری جانب رسول بنا کر بھیجا ہے، اس نے مجھ پر کتاب نازل کی ہے، اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لیے بشیر اور نذیر بن جاؤں، پس میں نے پیغام پہنچا دیئے، اور تمہیں نصیحت کر دی، اگر تم نے میرے لائے ہوئے (پیغام) کو قبول

کرلیا تو دنیا و آخرت میں تمہارے لیے (خیر وسعادت) کا خوب حصہ ہے اور اگر تم نے اسے
(قبول نہ کرکے) میری طرف ہی واپس کردیا تو میں حکم باری تعالی تعالیٰ تک صبر کروں
گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کردے۔

یہاں نبی کریم ﷺ نے اپنی نبوت کی تصدیق اور تعلیمات کی تعمیل پر دنیا و آخرت کی سعادت مل جانے کی نوید دی ہے۔ اس میں اشارہ موجود ہے کہ ریاست جس انفرادی و اجتماعی فلاح کے حصول کی جدوجہد کرتی ہے وہ بے ثمر رہے گی جب تک کہ عظمت و حرمت و اطاعت رسول ﷺ کی تفہیم باشندگانِ مملکت کو نہ دی جائے۔ فیضانِ تعلیماتِ نبوی ﷺ سے مشرف صحابہ کرامؓ نے منصب و مقام مصطفیٰ ﷺ کو مجروح کرنے والے مدعیان نبوت کا فتنہ ختم کرنے کے لیے جو اقدامات کیے[39] ان سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ ریاست کا تعلیمی نظام سرورِ کائنات ﷺ سے متعلق معلومات و تفصیلات پر محیط ہو تاکہ افراد مختلف میدانوں میں عظمت رسول کریم ﷺ کے عملی اطلاق و نظری دفاع کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو جائیں۔

نظام تعلیم ریاست کے تشخص اور مستقبل کا امین ہوتا ہے۔ یہ نونہالان و نوجوانانِ مملکت کے فکر و عمل کی سمت متعین کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحدانیت، ربوبیت، وحاکمیت، اور نبی کریم ﷺ کی رسالت، اطاعت و عظمت تعلیمی نظام کی تشکیلی اساس ہے۔ تعلیمی عمل سے ملحق ہر جزو و عضو میں توحیدِ باری تعالیٰ اور رسالتِ محمدی ﷺ کی روح کارفرما ہونے ہی پر اس کے نافع ہونے کا انحصار ہے۔

کلیدی مقاصد

انوارِ سیرت سے تعلیم کے مقاصد و اہداف بھی روشن اور متعین ہوتے ہیں۔ تدریس، تذکیر، تحقیق، تالیف کے موضوعات و مواد ہو یا فنی و عملی مہارتوں کی مشق، معلم و متعلم کی حرکت و فعالیت ہو یا مکاتب و مراکز کا انتظامی ڈھانچہ، تمام تعلیمی سرگرمیوں سے مطلوب کیا ہے؟ اس بابت بھی سیرت طیبہ ﷺ میں راہ نمائی موجود ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع[40]، جو کہ لطیف و دقیق معارف کا شاہکار ہے، سے کلیدی مقاصدِ تعلیم اخذ ہوتے ہیں۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان: ((اسمعوا قولی فانی قد بلغت واعقلوہ))[41] "میری بات غور سے سنو، بے شک میں نے (احکامِ الٰہی) پہنچادیئے ہیں، اور اسے اچھی طرح سے سمجھ لو" دراصل حجۃ الوداع کے فرامین غور و توجہ سے سننے اور ان پر تدبر و تفکر کی تلقین ہے تاکہ ان میں پنہاں جواہر تلاش کیے جاسکیں۔ نبی کریم ﷺ کی حیات

طیبہ مختلف جہات میں جن تعلیماتِ الٰہیہ کی تکمیل کا آئینہ ہے، اس خطبہ میں ان کے مغز و نچوڑ کے اشارات مخفی ہیں۔ ان فرامینِ عالی شان سے ماخوذ کلیدی مقاصدِ تعلیم سطورِ ذیل میں بیان کیے جا رہے ہیں۔

اول. اخروی احتساب و جزا کا شعور:

علوم و فنون کی اشاعت و ترویج کی جدوجہد کے منفعت بخش ہونے کے لیے لازمی ہے کہ فرد میں قیامت کے دن اپنے اعمال کی جواب دہی کی فکر راسخ کی جائے۔ حجۃ الوداع میں خطبہ رسول ﷺ کے کلمات ((**ستلقون ربکم فیسأ لکم عن اعمالکم**))[42] "عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے پھر وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا"، دلالت کرتے ہیں کہ اخروی احتساب کا شعور نامۂ اعمال کا ساربان ہے۔ اجتماعِ قریش میں نبی کریم ﷺ نے مختلف قبائل کو الگ الگ مخاطب کرتے ہوئے ہر قبیلہ کو یہ الفاظ ارشاد فرمائے:((**انقذوا انفسکم من النار**))[43] "اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانے کا سامان کر لو"۔ بنو ہاشم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:((**... واللہ لتموتن کما تنامون و لتبعثن کما تستیقظون ولتحاسبن بما تعملون ولتجزون بالاحسان احسانا و بالسوء سوء و انها للجنة ابدا او النار ابدا**))[44] "... اللہ کی قسم، تم ضرور مر جاؤ گے جس طرح تم سوتے ہو اور تمہیں مرنے کے بعد ضرور اٹھایا جائے گا جس طرح تم نیند کے بعد بیدار ہوتے ہو، اور تمہارے اعمال کا ضرور حساب لیا جائے گا، پھر احسان کا بدلہ احسان سے اور برائی کا بدلہ برائی سے دیا جائے گا، پھر (یا تو) ہمیشہ کے لیے جنت ہو گی یا جہنم"۔

نبی کریم ﷺ نے اخلاقِ حسنہ و سیئہ کے بارے میں جو تعلیم دی ہے اس سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ انتخابِ عمل کا اثر اخروی جزا و سزا پر منتج ہوتا ہے، جیسا کہ اس حدیثِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے:((**علیکم بالصدق فان الصدق یهدی الی البر و ان البر یهدی الی الجنة ... و ایاکم و الکذب فان الکذب یهدی الی الفجور و ان الفجور یهدی الی النار...الخ**))[45] "تم پر صدق گوئی اختیار کرنا لازم ہے کیونکہ سچائی نیکی کی طرف راہ نمائی کرتی ہے، اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے... اور تم پر جھوٹ سے بچنا لازم ہے کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے، اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے"۔ یہ آثار راہ نمائی کرتے ہیں کہ فرد کو اپنے تمام اقوال و افعال کا خود کڑا نگہبان بنانا، اس میں روزِ قیامت اپنے اعمال کی گرفت و احتساب کا شعور پختہ کرنا، اور اللہ تعالیٰ کے حضور سرخروئی کا جذبہ اور فکر پیدا کرنا ایک اہم اور مرکزی مقصد ہے جس پر ریاست کی تعلیمی حکمتِ عملی ترتیب دی جانی چاہیے۔

دوم. انسانیت کی قدر و قیمت اور خدمت کا احساس:

تعلیم کا ایک اہم مقصد انسان میں بنی نوع آدم کی بلا تفریق حسب و نسب اور بلا امتیاز رنگ و نسل شرف و قیمت کا شعور اجاگر کرنا ہے۔ حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات:((**یا یھا الناس ان ربکم واحد و ان اباکم واحد ألا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولالا سود علی احمر الا بالتقوی**))[46] "اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہی ہے، تمہارا باپ ایک ہی ہے، آگاہ رہو کہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل نہیں ہے نہ ہی عجمی کو عربی پر، سرخ کو کالے پر اور کالے کو سرخ پر فضیلت حاصل ہے مگر تقویٰ کی وجہ سے"، اور((**فان دماءکم و اموالکم و اعراضکم بینکم حرام کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا لیبلغ الشاهد الغائب فان الشاهد عسى ان یبلغ من هو اوعى له منه**))[47] "بے شک تمہارا خون، اموال، اور عزت آپس میں ایک دوسرے پر ویسے ہی حرام ہے جس طرح آج کے دن کی اس مہینہ اور شہر میں حرمت ہے، موجود (لوگ) ان تک پہنچا دیں جو (ابھی) موجود نہیں ہیں، (ممکن ہے) موجود شخص اس تک پہنچائے جو حاضر شخص سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو"، اس حکیمانہ پیغام پر مشتمل ہیں کہ اپنے خالق اور والد کی نسبت سے تمام انسانوں کی اصل ایک ہونے کے سبب وہ یکساں حقوق اور یکساں حسن سلوک کے مستحق ہیں۔ نیز جنہوں نے علم کے موتیوں سے اپنے دامن بھر لیے ہیں وہ اسے آگے منتقل کرنے کا سامان کریں کیونکہ ان سے زیادہ فہم و دانش کے حاملین علوم میں وسعت کا ذریعہ ہو سکتے ہیں اور انسانیت ان علوم سے استفادہ کرتی رہے گی۔ یوں اپنے پاس موجود علم و ہنر سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا، نافع معلومات کی ترسیل کے لیے ممکنہ وسائل استعمال کرنا، اور دوسروں کی بھلائی کے لیے کمربستہ رہنا انسانی شرف کی علامت ہے۔ تعلیم کا مقصد اسی انسانی شرف و وقار کی حفاظت ہے۔ حدیث مبارکہ ((**خیر الناس انفعهم للناس**))[48] "لوگوں میں بہترین وہ ہے جو لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہو" بھی اسی جانب راہ نمائی کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو انسانیت کے لیے نفع بخش بنانا تعلیم کے کلیدی مقاصد میں شامل ہے۔

سوم. سماجی ذمہ داریوں سے آگاہی:

تعلیم کا ایک اہم فریضہ معاشرتی تعامل کے اصول و ضوابط سکھانا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات دراصل ایک ذمہ دارانہ سماجی کردار کی تشکیل کرتی ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع کا ایک حصہ معاشرتی فرائض سے متعلق ہے، جو نشان دہی کرتا ہے کہ تعلیم کا ایک اہم مقصد فرد کی سماجی تربیت کرنا ہے۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ کے

فرامین:((کل مسلم أخو المسلم و ان المسلمین اخوۃ فلا یحل لامری من اخیه الا ما اعطاه عن طیب نفس فلا تظلموا انفسکم))[49]"ہر مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور بے شک مسلمان (آپس میں) بھائی ہیں، پس کسی آدمی کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی کی رضامندی کے بغیر اس کے مال میں سے کچھ لے پس تم خود پر ظلم نہ کرو"، نیز((الا و من کانت عنده امانة فلیؤدها الی من ائتمنه علیها))[50]"سنو جس کے پاس کوئی امانت ہے تو وہ اسے امانت رکھوانے والے کو لوٹا دے"، اور((ان لکم من نسائکم حقا ولنسائکم علیکم حقا))[51]"بے شک تمہارے تمہاری بیویوں پر حقوق ہیں اور تمہاری بیویوں کے تم پر حقوق ہیں" سے صحت مند معاشرے کے لیے باہمی حقوق و فرائض کی پاسداری کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ نیز فرمان نبی ﷺ:((لاترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض))[52]"میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو"، میں باہمی افتراق و انتشار سے بچاؤ کی تربیت کے اشارات موجود ہیں۔

چہارم. ریاستی استحکام میں کردار:

ملکی امن و سلامتی قانونی ضابطوں کی پابندی سے مشروط ہے، اسی لیے افراد میں نظمِ اجتماعی کی استعداد پیدا کرنا ناگزیر ہے۔ حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات:((ولو استعمل علیکم عبد یقودکم بکتاب الله فاسمعوا له و اطیعوا))[53]"اور اگر تم پر ایک غلام کو حاکم بنایا جائے اور وہ کتاب اللہ کے مطابق تمہارے معاملات چلائے تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو"،((و اطیعوا اولی امرکم تدخلوا جنة ربکم))[54]"اور اپنے حکام کی اطاعت کرو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے" دلالت کرتے ہیں کہ ملکی نظم و نسق کی پائیداری و خوشگواری کے لیے مقررہ قواعد و ضوابط پر عمل اور ملکی مفادات و قوانین کا احترام سکھانا تعلیم کا ایک اہم ہدف ہے۔

آیت کریمہ ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡ...الخ﴾[55] "مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی..." کی تفسیر میں منقول واقعہ بھی اس جانب راہ نمائی کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مہم میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر مقرر کیا، اس میں حضرت عمار بن یاسرؓ بھی شریک تھے۔ جس علاقے کی طرف یہ سریہ روانہ ہوا، اہلِ علاقہ کو لشکر کے پہنچنے کی اطلاع ہو گئی، اور سب لوگ رات کے وقت بستی سے نکل گئے۔ صرف ایک آدمی پیچھے رہ گیا، اس نے رات

کے وقت حضرت عمارؓ کے پاس آکر اپنے قبولِ اسلام اور رکنے کی خبر دی، حضرت عمارؓ نے اسے نقصان نہ پہنچائے جانے کی یقین دہانی کروادی۔ صبح حضرت خالد بن ولیدؓ نے بستی کا قصد کیا تو صرف ایک شخص کو پا کر اس کا مال و متاع ضبط کرنے اور قید کرنے کا حکم صادر کیا۔ حضرت عمارؓ معترض ہوئے اور کہا کہ یہ آدمی میری پناہ میں ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنے حقِ امارت کی بنا پر کہا کہ تمہیں پناہ دینے کا اختیار کس نے دیا۔ اس پر حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کے درمیان تلخ کلامی ہوئی اور معاملہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمارؓ کی پناہ کو درست قرار دیا اور ساتھ ہی نصیحت فرمائی کہ آئندہ حاکم کی طرف سے از خود پناہ نہ دینا۔ مزید نبی کریم ﷺ نے حضرت خالدؓ کی ترش روئی پر ان کے سامنے حضرت عمارؓ کے فضائل بیان فرمائے، جسے سن کر وہ حضرت عمارؓ سے معافی کے خواستگار ہوئے۔[56] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاستی انتشار سے بچاؤ کے لیے تفہیم و تربیت تعلیمی حکمت عملی میں خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔

پنجم. معاشی عدل کی تربیت:

انسانی زندگی میں معاشی اعتدال و توازن کی اہمیت مسلّم ہے۔ متعدد انفرادی و اجتماعی مصالح کی تکمیل معاشی وسائل پر منحصر ہے۔ خطباتِ حجۃ الوداع سے فرد کی معاشی تہذیب و تربیت کے اہم اصول سامنے آتے ہیں ۔((العاریة مؤادة الزعیم غارم والدین مقضی))[57] "عاریت لی ہوئی لوٹائی جائے گی، ضامن کو تاوان دینا ہوگا، اور قرض واجب الادا ہوگا۔" ((ان اللہ تبارک و تعالی قد اعطی لکل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث))[58] اللہ تعالیٰ نے (وارثوں میں سے) ہر حق دار کو اس کا حصہ (مقرر کرکے) دے دیا ہے پس وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں ہے"، ((ولا یحل لامری من مال اخیه الا ما طابت به نفسه))[59] "کسی آدمی کا اپنے بھائی کے مال میں سے اس کی رضامندی کے بغیر لینا جائز نہیں"، ((وربا الجاهلیة موضوع))[60] "جاہلیت کا سود لغو و رد ہے"۔ یہ فرامینِ رسولِ کریم ﷺ دلالت کرتے ہیں کہ تعلیم کے کلیدی مقاصد میں فرد کو کسب و صرفِ دولت کے ضوابط سکھانا شامل ہے، جس سے رعیت و ریاست ترقی و بہبود کی منازل عبور کر سکیں۔ سود ارتکازِ دولت کا سبب اور عادلانہ گردشِ دولت میں مانع ہوتا ہے، اسی لیے سود اور وہ تمام ذرائع آمدن جو بے اعتدالی، ناانصافی، اور قساوتِ قلبی کا مظہر ہوں کی تفہیم دینا، حلال و حرام کی تمیز کے ساتھ ممکنہ وسائل کے استعمال کا ہنر سکھانا ضروری ہے، تاکہ افراد ظلم و غصب کے بجائے اپنے زورِ بازو پر معاشی استحکام کی جانب بڑھنے کے قابل ہو سکیں۔

ششم۔ دینی تفوق وعظمت کا ادراک:

خطبہ حجۃ الوداع کا جزو ((**كل شئ من امر الجاهلية تحت قدمى موضوع**))[61] "جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے لغو ورد اور پامال ہے" انتہائی شان و جلال کا حامل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دلائل و براہین سے الٰہی نظامِ حیات کے اثبات و نفاذ کی مکمل جدوجہد کا حاصل اس جملہ میں بیان فرمادیا ہے۔ اس سے ایک اہم تعلیمی مقصد متعین ہوتا ہے کہ تعلیم کی بھٹی سے کندن بن کر نکلنے کے لیے لازمی ہے کہ طلبہ انواعِ علوم وفنون میں دیگر افکار و تمدن سے مرعوبیت کے بجائے دینی عظمت ورفعت کے احساس و یقین سے آراستہ ہوں۔

حضرت سوید بن صامت الانصاری الاوسیؓ[62] "جو اپنے حسب و نسب، حکمت و فراست اور شعر و ادب میں کمال کے سبب خوب شہرت رکھتے تھے، بیت اللہ کے حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ آئے اور نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ سوید نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ بھی ویسا ہی کلام پیش کرتے ہیں جیسا کہ میرے پاس ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہارے پاس کیا ہے؟ سوید نے جواب دیا: حکمتِ لقمان۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے پیش کرو۔ سوید نے کلام پیش کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((**ان هذه الكلام حسن ، معى افضل من هذا؛ قرآن انزله الله علىّ هدى و نور**))[63] "یہ اچھا کلام ہے، لیکن میرے پاس اس سے بہتر کلام ہے یعنی قرآن جسے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کیا ہے، یہ ہدایت و نور ہے" اس واقعہ سے راہ نمائی ملتی ہے کہ زمانہ کے مروجہ علوم وفنون اور ان کے نظری و اطلاقی شعبوں میں فضیلت و فوقیت قرآن کریم کے اصول و حقائق کو حاصل ہے۔ نیز یہ قاعدہ اخذ ہوتا ہے کہ مختلف تعلیمی شعبوں میں تشکیلِ نصابات، تنظیمِ ادارات، تعیینِ مواد، اور ترسیلِ معلومات اس انداز میں کی جائے کہ طالب علم دین حکیم کی شوکت و حقانیت سے متعارف ہو جائے۔

اجزائے نظام تعلیم سے متعلق راہ نما اصول

نظام کئی اجزاء کا مرکب و مجموعہ ہوتا ہے۔ نظامِ تعلیم کے ترکیبی اجزاء میں معلم، متعلم، نصاب، تصنیف و تالیف، مکتبات و مراکز، انتظامی ادارے، اور درجاتی ترتیب وغیرہ شامل ہیں۔ سیرت طیبہ ﷺ میں اجزائے تعلیم کے بارے میں اصولی راہ نمائی موجود ہے، جسے سطورِ ذیل میں مختصراً بیان کیا جارہا ہے۔

- **نصابِ تعلیم:**

اس کے حوالے سے بنیادی ہدایات درج ذیل اقدامات و فرموداتِ رسول ﷺ کی روشنی میں سامنے

آتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں اصحاب کو نجران بنو حارث بن کعب کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ حملہ سے قبل بنو حارث کو تین دن تک قبولِ اسلام کی دعوت دیں۔ اگر وہ قبول کرلیں تو وہیں مقیم رہ کر انہیں کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اور معالمِ اسلام کی تعلیم دیں، فرمایا:((**و اقم فیھم و علّمھم کتاب اللہ و سنۃ نبیہ و معالم الاسلام**))[64]۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حکم نبوی ﷺ پر عمل کیا۔ بنو حارث کے مسلمان ہونے کے بعد انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی تعلیم دیتے رہے۔ پھر حضرت خالدؓ نے نبی کریم ﷺ کو خط لکھا، جس میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی کہ جس طرح آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا میں نے اسی طرح انہیں دعوتِ اسلام پیش کی اور ازاں بعد انہیں آپ ﷺ کے حکم کے مطابق تعلیم دی۔[65] حضرت خالدؓ کے خط کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے انہیں مکتوب ارسال کیا، جس میں انہیں بنو حارث کے وفد کے ہمراہ مدینہ طلب کیا۔ بنو حارث کا وفد بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم انصاریؓ کا ان کے علاقہ میں بحیثیت والی تقرر کیا، اور حضرت عمرو بن حزمؓ کو جو حکم نامہ جاری کیا اس میں ایک اہم حکم یہ تھا:((**وامرہ ان ۔۔۔یعلم الناس القرآن۔۔۔الخ**))[66]" انہیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں۔"

حجۃ الوداع میں فرمان رسول ﷺ((**...فاعقلوا ایھا الناس و اسمعوا قولی فانی قد بلغت و ترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابدا کتاب اللہ و سنۃ نبیہ**))[67]" اچھی طرح سمجھ لو اے لوگو اور میری بات توجہ سے سنو، میں نے پہنچا دیا ہے اور تمہارے میں دو چیزیں چھوڑ (کر جا) رہا ہوں تم جب تک انہیں مظبوطی سے تھام کر رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے (یہ) اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے" دلالت کرتا ہے کہ غلط روش پر چلنے سے بچنے کے لیے قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کی تعلیم لازمی ہے۔

اس سے قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کے **لازمی تعلیمی نصاب** ہونے کا اصول اخذ ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے طرزِ عمل سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے، جیسا کہ حضرت معاویہؓ نے بیان کیا ہے کہ ہم کچھ اصحاب فرض نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کا مذاکرہ کرتے تھے "**صلینا الصلوۃ المکتوبۃ ثم قعدنا نتذاکر کتاب اللہ و سنۃ نبیہ** ﷺ"[68]۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب مل بیٹھتے تو قرآن کریم کی سورۃ پڑھتے یا دوسرے سے سنتے۔[69] صحابہ کرامؓ علم حدیث میں بھی مشغول رہتے،

وہ ایک دوسرے کو حدیث کی تعلیم دیتے اور باہم مذاکرہ کی تلقین بھی کرتے۔[70]

قرآن کریم کا نصابِ تعلیم میں لازمی حصہ ہونے کی وجہ اس عظیم کتاب کا ام لعلوم، جامع العلوم، اور مفتاح العلوم ہونا ہے۔ تعلیم کی غرض وغایت ناواقفیت اور جہالت ولاعلمی کے اندھیروں سے بچا کر انسان کو روشن راہِ عمل سے متعارف کروانا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل ذی شان کلامِ الٰہی کے بغیر محال ہے۔ یہ کتاب حکیم اخبارِ اولین وآخرین کا گنجینہ، احکام کا مجموعہ، اور لامحدود عجائب و معارف کا خزینہ ہے۔[71] دنیاو آخرت کی سربلندی وسرخروئی اس سے مشروط ہے۔[72] اور اس سے کنارہ کرنے والوں کے لیے ہلاکت، گمراہی، تباہی، اور زوال کی وعید ہے۔[73] نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کلام ربانی کی شارح ہے، قرآن مجید کا علم اس کے معلم و مفسر ﷺ کی سنت وسیرت کے ساتھ مشروط ہے۔ اسی بناپر قرآن کریم اور سنت نبی کریم ﷺ نصابِ تعلیم میں خصوصیت کے ساتھ **لازمی مضمون** کی حیثیت رکھتے ہیں۔

قرآن وحدیث کی **عمومی تدریس و تفہیم** کے ساتھ ساتھ اصحاب رسول ﷺ **خصوصی** طور پر بھی علومِ قرآن وسنت میں رسوخ وکمال حاصل کرنے کی جستجو کرتے۔ اسے علومِ دینیہ میں تخصص سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ یوں تعلیمِ قرآن وسنت کے حوالے سے **درجہ اُولیٰ واعلیٰ** کی تقسیم سامنے آتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ قرآن کریم کے بے مثل عالم تھے، صحابہ کرامؓ ان کے علم وفضل کے معترف تھے۔[74] انہیں بکثرت صحبتِ رسول اللہ ﷺ کا شرف حاصل تھا، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: "**لقد كان يشهد اذا غبنا ويؤذن له اذا حجبنا**"[75]" ان کا حال یہ تھا کہ یہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر رہتے جب ہم غائب ہوتے، اور انہیں اجازت ملتی جب ہم روک دیئے جاتے"۔ اسی طرح حضرت معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ، اور سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ کو بھی قرآن مجید کے علوم و معارف پر عبور تھا، نبی کریم ﷺ نے ان سے قرآن کریم سیکھنے کی تلقین فرمائی۔[76] حضرت ابوہریرہؓ کو احادیث سے خاص شغف تھا، انہوں نے خود بیان کیا ہے کہ انصار ومہاجرین کاروبارِ حیات میں مصروف ہوتے اور انہوں نے صحبتِ رسول ﷺ کو لازم پکڑ لیا، نبی کریم ﷺ کی دعا کے سبب سب یاد رہتا اسی لیے وہ بکثرت احادیث بیان کرتے۔[77] حضرت زید بن ثابتؓ علمِ وراثت اور حضرت معاذ بن جبلؓ احکامِ حلال وحرام پر خوب درک رکھتے تھے۔[78]

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے بارے میں امام حاکمؒ (م405ھ) نے ایک اثر نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تخصص اور عالی درجہ میں تحصیلِ علم کے لیے کیسے جدوجہد کی۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے

ایک انصاری سے کہا کہ ابھی اصحابِ رسول ﷺ زندہ ہیں، ان سے احادیثِ رسول ﷺ کا علم حاصل کرنا چاہیئے۔ انصاری کی عدم رضامندی پر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ خود ہی اس راہ پر چل پڑے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ جس صحابی کے بارے میں پتہ چلتا کہ ان کے پاس کسی حدیث کا کوئی علم ہے، وہ ان کے دروازے پر جا کر بیٹھ رہتے اور ان کے باہر آنے کا انتظار کرتے، ہواؤں کی وجہ سے گرد و غبار اڑ کر ان پر پڑتی رہتی، جب وہ صحابی گھر سے نکلتے اور انہیں دیکھتے تو کہتے کہ آپ ہمیں بتاتے ہم آپ کے پاس آجاتے، وہ جواب دیتے کہ آپ کے پاس حاضر ہونے کا میرا زیادہ حق بنتا تھا، پھر وہ ان سے حدیث کا علم لیتے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ وہی انصاری بعد میں انہیں دیکھا کرتا تھا کہ لوگ ان کی طرف دینی احکام و مسائل جاننے کے لیے رجوع کرتے ہیں تو کہا کرتا کہ یہ نوجوان مجھ سے زیادہ عقل مند ہے۔[79]

ان آثار سے اصول اخذ ہوتا ہے کہ قرآن و سنت کا بنیادی مطالعہ نصاب کا لازمی اور اہم حصہ ہونا چاہیئے۔ جو طلبہ قرآن و سنت کا گیرائی و گہرائی سے مطالعہ اور اس میں رسوخ و مہارت کے متمنی ہوں ان کے لیے شعبہ علومِ دینیہ کا قیام و انتظام ہونا چاہیئے۔

- **تعلیمی شعبہ جات:**

متعدد ضروریات و مصالح حیات کی تکمیل کا انحصار مختلف علوم و فنون پر ہوتا ہے۔ ان علوم کی تحصیل میں افراد کی استعداد، رجحان اور ذوق طبع کا اعتبار اہم ہوتا ہے۔ ان مختلف تعلیمی شعبوں کے حوالے سے سیرت طیبہ ﷺ میں شواہد موجود ہیں۔

علوم الالسنه کے متعلق حضرت زید بن ثابتؓ کا ذکر ملتا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے حکم سے سریانی زبان سیکھی، وہ یہود سے مراسلت میں ترجمان کے فرائض انجام دیتے تھے۔[80] **دفاعی و عسکری علوم** کی تدریس و تربیت کے حوالے سے یہ حدیث راہ نمائی کرتی ہے:((...**و هو على منبر يقول**﴿ وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا ٱسۡتَطَعۡتُم مِّن قُوَّةٍ﴾**الا ان القوة الرمى الا ان القوة الرمى الا ان القوة الرمى**))[81] "نبی کریم ﷺ نے منبر پر آیت کریمہ ﴿ان کے لیے جتنی قوت ہو سکے تیار رکھو﴾ پڑھتے ہوئے فرمایا قوت تیر اندازی میں ہے۔" **علمِ طب** کے حوالے سے بھی نظائر موجود ہیں۔ حضرت كعيبة بنت سعد الاسلمية ؓ (رفیدۃ) ایک ماہر طبیبہ تھیں، مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے قریب ان کا خیمہ مختص تھا (یعنی شفاخانہ قائم تھا) جہاں وہ بیماروں اور زخمیوں کا علاج معالجہ کیا کرتی تھیں، حضرت سعد بن معاذؓ غزوہ خندق میں زخمی ہونے کے بعد یہیں زیرِ علاج رہے۔[82] حضرت

ام سنان اسلمیہؓ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی اجازت سے مریضوں اور زخمیوں کے علاج کے لیے غزوہ خیبر میں شرکت کی تھی[83]، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس دواسازی کا ہنر تھا۔ ابن عبد البرؒ نے ذکرِ علوم میں علمِ طب (جو کہ علمِ ابدان ہے) کے ساتھ ہی **زمین کی نباتات ،اشجار، پانی، معدنیات، حیوانات، کھانے پینے کی اجناس، ، مختلف شہروں اور ملکوں کے ماحول کی کیفیات و اثرات،، عارضی آفات، حرکت وسکون کے فوائد، فضاء اور آب وہوا کے خواص** وغیرہ کے علم کو منسلک کیا ہے[84]۔

اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ وقت اور ضرورت میں تغیر و تنوع کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختلف تعلیمی شعبوں میں تحصیلِ علم کے لیے مواقع وسہولیات فراہم کی جانی چاہیئے۔

- **معلّم** :

اساتذہ معمارِ مملکت کا درجہ رکھتے ہیں۔ اساتذہ کے خلوص و محنت پر تدریسی عمل کے مؤثر و مفید ہونے کا انحصار ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ (م256ھ) نے نبی کریم ﷺ کے حجۃ الوداع میں خطبہ سے قبل حضرت جریرؓ کو فرمان:((**استنصت الناس**))" لوگوں کو (توجہ سے بات سننے کے لیے) خاموش کردو" سے اخذِ مسئلہ کے لیے "**باب الانصات للعلماء**(علماء کی بات خاموشی سے سننا)" قائم کیا ہے۔[85] اس کی شرح میں ابن بطالؒ (م449ھ) لکھتے ہیں:"**قال ابو الزناد: الانصات للعلماءوالتوقیر لهم لازم للمتعلمين لان العلماء ورثه الانبياء**"[86] یعنی علماء کی بات غور، توجہ، سکون سے سننا اور ان کی عزت و توقیر لازم ہے کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے علم کو انبیاء کی وراثت اور علماء کو اس کا وارث قرار دیا ہے، حدیث مبارکہ ہے: ((**...ان العلماءورثة الانبياء ان الانبياءلم يورثوا دينارا ولادرهما انما ورثوا العلم فمن اخذ به فقداخذبحظ و افر**))[87]" علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء نے وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑے، انہوں نے علم کا ورثہ چھوڑا ہے، جس نے اس علم کو پالیا اس نے (دولت) کی بڑی مقدار حاصل کرلی۔" اس سے اہلِ علم و دانش کی تکریم کا اصول سامنے آتا ہے۔ ہر علمی شعبہ سے وابستہ اساتذہ جو انبیاء کے مقاصدِ بعثت کی بنیاد پر حیاتِ انسانی کی تعمیر میں مشغول ہوں، وسیع معنوں میں اس کا مصداق ہیں۔ اساتذہ کی قدر افزائی یقینی بنانے کے لیے مناسب اقدامات کرنا ذی وقار ریاستوں کا شعار ہوتا ہے۔

اساتذہ کی تقرری کے اصول وضوابط کے لیے اس واقعہ سے راہ نمائی ملتی ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ یمن کے لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، انہوں نے درخواست کی:"**ابعث معنا رجلا يعلمنا السنة**

والاسلام" "ہمارے ساتھ ایک شخص بھیج دیں جو ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دے۔" اس پر نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:((ھذا امین ھذہ الامة))" یہ اس امت کے امین ہیں۔"[88]

پس اساتذہ کا وصفِ امانت سے متصف ہونا نہایت ضروری ہے۔ علم ایک امانت ہے جسے ریاست کے مستقبل کے محافظین کے سپرد کرنے کا فریضہ امین ہی ادا کر سکتا ہے۔ اس سے اساتذہ کی قابلیت کے جائزہ و تقرری میں صفت امانت کو خصوصی طور سے ملحوظ رکھنے کا قاعدہ سامنے آتا ہے۔

- **متعلّم:**

طالب علم ہی وہ ہستی ہے جس کے لیے تعلیمی نظام تشکیل دیا جاتا ہے۔ طلبہ کی نظری و عملی تعلیم وتربیت مملکت کے مستقبل کی سمت کا تعین کرتی ہے۔ سیرت طیبہ ﷺ سے متعلّمین کے حوالے سے اصولی راہ نمائی کے سلسلہ میں یہ واقعہ لائقِ توجہ ہے۔ حضرت ابورفاعہؓ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچے جب کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! ایک اجنبی آدمی آیا ہے جو دین کے بارے میں جاننا چاہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ خطبہ مؤخر کرکے میری جانب متوجہ ہوئے۔ ایک کرسی لائی گئی جس کے پائے لوہے کے تھے، رسول ﷺ اس پر تشریف فرما ہوئے اور جو علم انہیں ان کے رب نے دیا ہے وہ مجھے سکھایا، پھر خطبہ مکمل کیا۔"[89] حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی یہ حدیث بھی اہم ہے، **ان النبی ﷺ قال : ((ان الناس لکم تبع و ان رجالا یاتونکم اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بھم خیرا))**[90]" لوگ تمہارے تابع ہیں وہ تمہارے پاس دنیا کے گوشہ گوشہ سے دین سمجھنے کے لیے آئیں گے، جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان سے خیر و بھلائی کا معاملہ کرنا۔"**عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ قال : ((یاتیکم رجال من قبل المشرق یتعلمون فاذا جاؤکم فاستوصوا بھم خیرا))**[91]"لوگ تمہارے پاس علم حاصل کرنے لیے مشرق کی طرف سے آئیں گے، جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا۔"

اس سے طلبہ کی اہمیت اور ان کے علمی تشفی کے لیے ممکنہ سہولیات کی فراہمی کا قاعدہ سامنے آتا ہے۔ خیر وسیع معنوں کو شامل ہے، وقت و حالات کی مناسبت سے طلبہ کے لیے تحصیل علم کے مؤثر وسائل کا انتظام کرنا، ان کے ساتھ شفقت و نرمی کا رویہ رکھنا، اور ان کی استعداد کار کو ملحوظ رکھنا وغیرہ اس میں شامل ہے۔

- **مقامی سطحوں پر تعلیمی انتظامات:**

نبی کریم ﷺ کی تعلیمی حکمت عملی کا ایک پہلو مقامی آبادی کے لیے مقامی سطح پر تعلیم و تدریس کا اقدام نظر آتا ہے۔ وفد عبد القیس نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے عرض کی کہ ہم دور کے علاقہ سے آئے ہیں، ہمارے اور آپ ﷺ (یعنی مدینہ) کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار کا علاقہ حائل ہے، اس لیے حرمت والے مہینوں کے علاوہ حاضری مشکل ہے، ہمیں وہ قطعی امور بتادیجئے جن پر عمل سے ہم جنت میں داخل ہو سکیں اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو بھی اس کی خبر دے دیں۔ انہیں متعلقہ تعلیم دینے کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا:((**احفظوه واخبروه من وراءكم**))[92]"ان تعلیمات کو یاد رکھو اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو بھی ان کی خبر کر دو۔" حضرت مالک بن الحویرث(اہل بصرہ میں سے تھے[93]) بیان کرتے ہیں کہ وہ نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے، بیس دن مقیم رہے، پھر ان کی گھر والوں سے اداسی کی کیفیت کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:((**ارجعوا الى اهليكم فاقيموا فيهم وعلموهم ---الخ**))[94]"اپنے عیال و اقارب کی طرف لوٹ جاؤ ، ان کے ساتھ رہو، اور ان کو سیکھاؤ(جو تم نے سیکھا ہے)۔" نبی کریم ﷺ نے دونوں وفود کو اپنے علاقہ میں تعلیم و تدریس کی تلقین فرمائی۔ مقامی سطح پر انتظام کی ایک صورت صحابہ کرامؓ کی تعیناتی بھی دکھائی دیتی ہے۔ امام حاکمؒ نے مستدرک میں روایت نقل کی ہے:"**عن ابی موسی رضی الله عنه:ان رسول الله ﷺ بعث معاذ و ابا موسى الى اليمن و امرهما ان يعلما الناس القرآن۔**"[95]"حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ اور حضرت ابو موسی رضیؓ کو یمن بھیجا اور افراد کو قرآن کی تعلیم دینے کا حکم دیا۔"

ان آثار سے اصول اخذ ہوتا ہے کہ شہروں، قصبوں، آبادیوں میں تعلیم و تدریس کے انتظامات کرنا اور مناسب سہولیات فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

- **تالیف وتصنیف**:

تدوین و تالیف علم کی حفاظت اور منتقلی کا ذریعہ ہے۔ اوراقِ سیرت شاہد ہیں کہ رسول رحمت ﷺ نے علم کی نشر و اشاعت کے لیے فن تحریر و کتابت کی خوب سرپرستی فرمائی۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت عالیہ میں صحابہ کرامؓ تحریری فرائض کی بجاآوری پر مامور تھے، جو کتابت وحیِ کے علاوہ بھی فرامین، احکام اور مکتوبات لکھا کرتے تھے۔ حافظ ابن عساکرؒ(م 571ھ) نے **کتّاب رسول ﷺ** کی فہرست و معلومات ذکر کی ہیں ۔[96] قراءت کے لیے

کتابت کی اہمیت سے مقاصد نبوت کے نکتہ رس اصحابؓ بخوبی واقف تھے، اسی لیے ابتدا ہی سے تحریری سرگرمیاں نظر آتی ہیں، حضرت عمرؓ نے اپنے قبولِ اسلام کا واقعہ میں ذکر کیا ہے کہ جب وہ اپنی بہن کے گھر گئے تو افراد صحیفہ سے پڑھ رہے تھے جسے حضرت عمرؓ کی آواز سن کر انہوں نے چھپالیا، فرماتے ہیں: "**وکان القوم جلوسا یقرؤن القرآن فی صحیفة معهم**۔"[97] حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ((**قیدوا العلم**)) "علم کو قید کرلو۔"، انہوں نے استفسار کیا، کیسے، فرمایا: ((**کتابته**)) "اسے لکھ کر"[98] حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ جب بارگاہ نبوی ﷺ میں موجود ہوتے تو سب تحریر کرتے جاتے، لوگوں کے متوجہ کرنے پر انہوں نے نبی کریم ﷺ سے استفسار کیا تو رسول اللہ ﷺ کے جواب: ((**والذی نفسی بیده ما یخرج مما بینهما الا حق فاکتب**))[99] "قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس (زبان) سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا، پس تم لکھا کرو۔"

ان روایات سے تحریری سرمایہ کی تیاری اور ترتیب و تدوین کی حکومتی سطح پر سرپرستی و حوصلہ افزائی کا اصول اخذ ہوتا ہے۔

- **تعلیم نسواں:**

نبی کریم ﷺ کے عہد میں خواتین تحصیل علم کے لیے متحرک اور مشتاق نظر آتی ہیں۔ وہ براہ راست نبی کریم ﷺ سے علمی استفسارات کرتیں، جیسا کہ **اسد الغابة** میں حضرت ام معقل اسدیہؓ[100]، حضرت ام عمارۃؓ[101]، حضرت ام طلیقؓ[102] کے ذکر میں منقول ہے۔ خواتین مسجد میں خطباتِ رسول ﷺ سے بھی استفادہ کرتیں، جیسا کہ حضرت ام ہشام بنت حارثہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے **سورۃ قٓ** لسانِ رسول ﷺ سے سیکھی اور یاد کی، رسول اللہ ﷺ جمعہ کو منبر پر خطاب میں **سورۃ قٓ** کی قراءت کرتے۔[103] امام مازریؒ (م544ھ) اور علامہ سیوطیؒ (م911ھ) لکھتے ہیں کہ اس سورہ کے انتخاب کی وجہ موت، آخرت، تنبیہات اور موعظت و نصیحت کے بلیغ و اثر انگیز مضامین پر مشتمل ہونا ہے۔[104] نبی کریم ﷺ نے خواتین کی درخواست پر ان کی تعلیم کے لیے الگ دن اور مقام بھی مختص کیا تھا، جیسا کہ صحیح بخاری میں منقول اس روایت سے معلوم ہوتا ہے:

جاءت امراة الی رسول اللہ ﷺ فقالت: یا رسول اللہ، ذهب الرجال بحدیثک فاجعل لنا من نفسک یوما ناتیک فیه تعلمنا مما علمک اللہ ، فقال: ((اجتمعن فی یوم کذا وکذا ، فی مکان کذا وکذا))، فاجتمعن ، فاتاهن رسول

الله ﷺ فعلمهن مما علمه الله ...الخ[105]

ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مرد آپ ﷺ کی احادیث (کے علم میں سبقت) لے گئے، آپ ہمارے لیے اپنی جانب سے کوئی دن مخصوص کر دیں جس میں ہم آپ کے پاس آئیں اور آپ ہمیں وہ تعلیم دیں جن امور کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں فلاں دن فلاں فلاں جگہ جمع ہو جاؤ۔ پس خواتین جمع ہوئیں، پھر نبی کریم ﷺ ان کے پاس آئے اور انہیں امور کی تعلیم دی جن کا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو علم دیا (سکھایا)۔

عہد نبوی ﷺ میں خواتین کی تعلیمی عمل میں شرکت اور ان کی درخواست پر ان کی ضرورت وسہولت کو ملحوظ رکھتے ہوئے علیحدہ انتظام سے یہ قاعدہ سامنے آتا ہے کہ خواتین کے لیے ایسے تعلیمی مواقع اور ماحول فراہم کیا جانا چاہیے جہاں وہ وقار واطمینان سے علم حاصل کر سکیں۔

- **جائزہ واحتساب**:

تعلیم سے مطلوبہ ثمرات حاصل کرنے کے لیے نظام تعلیم کے تمام اجزاء وعناصر اور نصابی وہم نصابی سرگرمیوں کا کلیدی مقاصد سے مربوط ہونا ناگزیر ہے۔ اس بات کا مسلسل جائزہ لینا کہ مضامین، مواد، مراکز واداراے تعلیمی نظام کی تشکیلی اساس کا مظہر اور تکمیل مقاصد کا آئینہ ہیں، نہایت ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان: ((**تفکروا فی آلاء الله ولا تتفکروافی الله**))[106] "اللہ تعالیٰ کی نعمتوں (جملہ مخلوقات ومظاہر قدرت) میں غور وفکر کرو، اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر نہ کرو" سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ تحقیق وتدبر کے موضوعات کے بارے میں بھی صحابہ کرامؓ کی راہ نمائی کرتے تھے۔ اسی طرح مسجد ضرار جو ریاستی نظریات ومفادات پر کاری ضرب کے ارادے سے بنائی گئی تھی، اسے نبی کریم ﷺ نے منہدم کروادیا۔[107]

یہ آثارِ سیرت اصول فراہم کرتے ہیں کہ جو مضامین، کتب، ادارے وسرگرمیاں نظام تعلیم کی تشکیلی اساس کے منافی ہوں یا کلیدی مقاصد کی راہ میں مزاحم ہوں، ان کا احتساب ریاست کے جملہ فرائض میں شامل ہے۔ ریاست کو ان کی ممانعت وتنسیخ کا اختیار حاصل ہے، جس کے لیے بروقت مناسب تدابیر کی جانی چاہیئے۔

خلاصۂ بحث

ریاست کے نظام تعلیم کے بارے میں مذکورہ بالا تفصیلات سیرت طیبہ ﷺ کے بحر ذخار سے ماخوذ نمایاں خدوخال ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم کے معارف و عجائب لامحدود ہیں، اسی طرح سیرتِ حامل قرآن ﷺ بھی مسلسل رواں سرچشمہ حکمت و معرفت ہے جس کی فیض رسانی کبھی ختم نہ ہوگی۔ سیرت رہبر عالم ﷺ کی روشنی میں مرتبہ نظام تعلیم ہی ریاست کے لیے شجر طیبہ کی مثل بنتا ہے، جس کا وصف جڑوں کی مضبوطی اور شاخوں کی بلندی ہے اور وہ اپنے رب کے حکم سے ثمر آور رہتا ہے، اس درخت کی خوبی **سورۃ ابراھیم** میں بیان ہوئی ہے:﴿أَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلٗا كَلِمَةٗ طَيِّبَةٗ كَشَجَرَةٖ طَيِّبَةٍ أَصۡلُهَا ثَابِتٞ وَفَرۡعُهَا فِي ٱلسَّمَآءِ ۝ تُؤۡتِيٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِينِۢ بِإِذۡنِ رَبِّهَاۗ وَيَضۡرِبُ ٱللَّهُ ٱلۡأَمۡثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُونَ ﴾[108] "کیا تم نے دیکھا نہیں کی اللہ نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے (وہ ایسی ہے) جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط (یعنی زمین کو پکڑے ہوئے ہو) اور شاخیں آسمان میں، اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا (اور میوے دیتا) ہو۔ اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔" پس وہی ریاست اپنے باشندگان اور اقوام عالم کے لئے آسودگی و خوش حالی کا مسکن بنتی ہے جس کا تعلیمی نظام نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے مستنبطہ اصولوں پر استوار ہو، جہاں افراد کو بلا تفریق رنگ و نسل مساوی اعتبار سے تعلیم و تحقیق کے مواقع میسر ہوں، نیز افراد علم کے ساتھ اخلاقی تربیت بھی حاصل کریں تاکہ فلاحِ انسانیت کے لئے مؤثر کردار ادا کر سکیں۔

ولید بن مغیرہ، جو رؤسائے مکہ میں بڑا معتبر و مدبر سمجھا جاتا تھا، رسول کریم ﷺ سے قرآن کریم سننے کے بعد کہہ اٹھا: " **واللہ ان لقوله حلاوۃ ،وان اصله لغدق ،وان فرعه لجناۃ**"[109] "اللہ کی قسم، اس کا کلام شیریں و پرکشش ہے، اس کی جڑیں بڑی گہری اور اس کی ڈالیاں ثمر دار ہیں۔" مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ کی انقلاب آفریں جدوجہد کے آغاز ہی اس کی پختگی و گہرائی، وسعت و آفاقیت، اور تاثیر و رفعت کا یہ ادراک و اظہار عقلاء و حکماء کے لیے گہری معنویت کا حامل ہے۔ چشم افلاک نے مشاہدہ کیا کہ مکتب نبوی ﷺ کے فیضان سے ریاستِ مدینہ کے رجال کار نے اطراف و اکنافِ عالم منور کر دیئے۔ بجا طور سے کہا جا سکتا ہے کہ ریاست کے

استحکام، عروج، تابناکی ودرخشندگی کا انحصار ایسے تعلیمی نظام ہی پر ہے جو ہادی اعظم، سرور عالم، خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں تشکیل وترتیب دیا گیا ہو۔

حوالہ جات

1- **النساء** 4: 80؛ **آل عمران** 31:3

2- **آل عمران**3: 19، 85 ؛**المائدۃ**5: 3

3- **الاعراف** 7: 158

4- قرآن حکیم ترجمہ فتح محمد خان جالندھریؒ،فاران فاؤنڈیشن،لاہور،1432ھ/2011ء،ص: 223؛ مقالہ ہذا میں آئندہ مقامات پر بھی اسی سے ترجمہ نقل کیا گیا ہے ۔

5- الزرقانی ،محمد عبد العظیم ، **مناھل العرفان فی علوم القرآن** ،دار الفکر، بیروت،س۔ن، 52/1

6- ابن سعد، محمد(م 230ھ)، **الطبقات الکبری**،مکتبة الخانجی، القاھرة، الطبعة الاولیٰ،1421ھ/2001ء، 66/1؛ الطبری، محمد بن جریر(م310ھ)، **تاریخ الرسل و الملوک** ، دارالمعارف،القاھرة، الطبعة الثانیة،س۔ن، 2/ 298-301؛ ابن عبد البر،یوسف النمری (م 463ھ)،**الدرر فی الاختصار المغازی و السیر**، دارالمعارف، القاھرة،الطبعة الثانیة،1403ھ، 31-32

7- **العلق** 96: 1-5

8- **المدثر** 74: 1-5

9- **تاریخ الرسل و الملوک**، 305/2-306 ؛ **الدرر فی الاختصار المغازی و السیر**، 35

10 - الطبقات الکبری،224/3

11- **الرعد** 30:13

12- **البقرة** 2: 151

13- ابن ھشام، عبد الملک (م213ھ)،**السیرة النبویة** ،دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعة الثالثة،1410ھ/1990ء، 362/1

14- **ایضاً**، 362/1

15- **ایضاً**، 362/1

16- **ایضاً** ، 362/1

17- **ایضاً** ، 362/1

18- **الاعراف** 7: 54

19- **السيرة النبوية** ، 362/1
20- **السيرة النبوية** ، 362/1
21- **الطبقات الكبرى**، 110/3
22- **ایضاً** ، 3/ 109-110،563، 187/1؛ الذهبی ، محمد بن احمد (م 748ھ)، **تاريخ الاسلام و وفيات المشاهيروالاعلام**، دارالكتاب العربی، بيروت، 1986ء، 293/2
23- **الطبقات الكبرى** ، 1/ 186 ،574-573/3
24- **الطبقات الكبرى** ، 3/ 82-83
25- ابن عبد البر، يوسف النمری (م 463ھ)،**جامع بيان العلم و فضله**،دار ابن الجوزی،الدمام،1414ھ/1994ء ، باب جامع القول فی العمل بالعلم ، 694
26- دیکھیے: **الطبقات الكبرى** ، 205/1-207،215-219؛ الزرقانی ،محمد بن عبد الباقی (م1122ھ)،**شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنية بالمنح المحمدية للعلامة القسطلانی**، دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الاولیٰ، 1417ھ/1996ء، 191/2-175 [آئندہ اس کتاب کے لیے **شرح الزرقانی** نام استعمال کیا جائے گا.]
27- **الطبقات الكبرى** ، 219/1-220؛ **شرح الزرقانی**، 186/2-188
28- **شرح الزرقانی** ، 187/2؛ واقعہ بئر معونہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے:**الطبقات الكبرى**، 48/2-51
29- حاکم،محمدبن عبد الله(م 405ھ)،**المستدرک علی الصحيحين**،دارالكتب العلمية،بيروت،الطبعة الثانية،1422ھ/2002ء ،كتاب فضائل القرآن ،ح:2084، 756/1
30- **التوبة** 9: 107
31- **الدرر فی اختصار المغازی و السير**، 242-243 ؛ ابن الاثير، علی بن محمد(م630ھ)،**الكامل فی التاريخ** ،دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الاولیٰ،1407ھ/1987ء، 152/2-153؛ ابن كثير،اسماعيل بن عمر(م774ھ)، **تفسير القرآن العظيم**،دار ابن الجوزی، الدمام،الطبعةالاولیٰ، 1431ھ ، 346/4-348
32- **الطبقات الكبرى**، 184/1
33- **تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والاعلام**، 151/2
34- ابن منظور، محمد بن مكرم(م711ھ)،**لسان العرب**،**دار صادر**، **بيروت**،**س-ن** ، 547/2-548

35- البخاری،محمد بن اسماعیل(م256ھ)، **الجامع الصحیح** ، دار السلام، الریاض،الطبعة الثانیة،1419ھ/1999ء، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ امته الی توحید الله تبارک و تعالیٰ ، ح: 7373، ص: 1269 [آئندہ اس کتاب کے لیے **الجامع(ب)** نام استعمال کیا جائے گا.]

36- **الجامع (ب)**، کتاب الزکوة، باب اخذ الصدقة من الاغنیاء...، ح: 1496،ص: 243

37- **الطبقات الکبری** ، 3/ 389

38- **السیرة النبویة** ، 325/1

39- مدعیان نبوت کی تفصیل کے لیے دیکھیے: **تاریخ الرسل و الملوک** ، 3/ 146-147؛ ابن الجوزی،عبدالرحمٰن(م597ھ)،**الوفا باحوال** المصطفیٰ ﷺ، مطبعة الکیلانی،القاهرة،1976ء ، 500/2-501؛ **الکامل فی التاریخ** ، 167/2-168، 206-210؛ **تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیروالاعلام**، 14/3-19، 38-41

40- روایات کے مطابق نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں یومِ عرفہ ،یومِ نحر،اور ایامِ تشریق کے دوسرے روز خطبات فرمائے۔ حدیث، سیرت، اور تاریخ کی کتب میں حجۃ الوداع میں ان مختلف مواقع کے خطباتِ رسول اللہ ﷺ منقول ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ نے حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے خطبات کو ایام کی مناسبت سے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔(دیکھیے: ابن کثیر، اسماعیل بن عمر(م774ھ)،**البدایة و النهایة**، مرکز البحوث و الدراسات العربیة والاسلامیة بدار هجر، جیزة ،الطبعة الاولیٰ، 1417ھ/1997ء،7/563-564، 630-644، 648-653)۔ مقالہ ہٰذا میں مصادرِ سیرت میں منقول متونِ خطبہ یوم عرفہ، خطبہ یوم نحر ووسط ایام تشریق سے استدلال کیا گیا ہے۔

41- **تاریخ الرسل و الملوک** ، 151/3

42- **الطبقات الکبریٰ**، 167/2؛ **تاریخ الرسل و الملوک**، 150/3؛ **البدایة والنهایة** ، 633/7؛ ابن خلدون، عبدالرحمٰن (م808ھ)،کتاب العبر و**دیوان المبتداء والخبر فی تاریخ العرب والبربر و من عاصرهم من ذوی السلطان الأکبر**، دارالفکر، بیروت،1431 ھ/2000ء ، 479/2 [آئندہ اس کتاب کے لیے **دیوان المبتداءوالخبر** نام استعمال کیا جائے گا.]

43- مسلم بن الحجاج (م261ھ)،**الجامع الصحیح**،دار السلام، الریاض،الطبعة الثانیة،1421ھ/2000ء ، کتاب الایمان، باب فی قوله تعالیٰ : و انذر عشیرتک الأ قربین، ح: 348، ص: 108[آئندہ اس کتاب کے لیے **الجامع (م)** نام استعمال کیا جائے گا.]

44- محمد بن یوسف الشامی (م 942ھ)، **سبل الهدى والرشاد فی سیرة خیر العباد**، وزارة الاوقاف جمہوریة مصر العربیه ، القاهرة ، 1418ھ/ 1997ء، 2/ 432

45- **الجامع** (م)، کتاب البر و الصلة، باب قبح الکذب و حسن الصدق و فضله، ح: 6639، ص: 1138

46- البیهقی، احمد بن الحسین (م 458ھ) ،**الجامع لشعب الایمان** ، مکتبة الرشد، الریاض، الطبعة الاولیٰ ، 1423ھ/2003ء، ح: 4774، 132/7؛ **الوفا باحوال المصطفیٰ** ، 2/ 208

47- **الجامع** (ب) ، کتاب العلم ، باب قول النبی ﷺ : ((رب مبلغ او عی[من] سامع ، ح : 67، ص: 16؛ **الجامع** (م) ، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ ، ح: 2950،ص: 515؛ **الطبقات الکبریٰ**، 167/2؛ احمد بن حنبل(م241ھ)،**المسند**، مؤسسة الرسالة،بیروت،الطبعة الاولیٰ، 1420ھ/1999ء، ح:20695،299/34؛ **تاریخ الرسل و الملوک** ، 150/3؛**الوفا باحوال المصطفیٰ**ﷺ،208/2؛**البدایة و النهایة**، 7/ 563، 564، 631،632، 633، 651

48- الطبرانی، سلیمان بن احمد (م 360ھ)، **المعجم الاوسط**، دار الحرمین للطباعة والنشر و التوزیع، القاهرة،1415ھ/1995ء ، **المعجم الاوسط** ، ح : 5787، 58/6

49- **تاریخ الرسل و الملوک**، 151/3؛ **المستدرک علی الصحیحین** ، کتاب العلم ، ح: 318؛ **البدایة و النهایة** ، 650/7؛ **دیوان المبتداء و الخبر**، 480/2

50- **المسند**،تتمة مسند البصریین ، ح: 20695، 300/34 ؛ **تاریخ الرسل و الملوک** ، 150/3؛ **البدایة و النهایة** ، 651/7 ، 653

51- ابن ماجه، محمد بن یزید (م273ھ)، **السنن**، دارالحضارة للنشر و التوزیع ، الریاض، الطبعة الثانیة، 1436ھ/2015ء، کتاب النکاح ، باب حق المرأة علی الزوج، ح: 1851،ص: 279؛ **تاریخ الرسل و الملوک**، 151/3؛**البدایة و النهایة**، 563-564/7، 651-650؛ **دیوان المبتدا والخبر**، 480/2

52- **الجامع** (م) ، کتاب الایمان، باب بیان معنی قول النبی ﷺ :((لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض))، ح: 118، ص: 48؛**الطبقات الکبریٰ**، 166/2؛ **البدایة و النهایة** ، 631/7،632، 639، 650

53- **الجامع** (م) ، کتاب الامارة، باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة و تحریمها فی المعصیة، ح: 4758، ص: 825؛ البدایه والنهایة ، 635/7

54- **الوفا باحوال المصطفیٰ** ﷺ، 208/2

55 – **النساء** 4: 59

56 - الطبری، محمد بن جریر (م310ھ) ، **جامع البیان عن تاویل آی القرآن**،مرکز البحوث والدراسات العربیة والاسلامیة بدار الهجر، القاهرة /جیزة ،الطبعة الاولیٰ، 1424ھ/2003ء، 178/7-179

57 - الترمذی، محمد بن عیسیٰ(م 279ھ)، **الجامع الصحیح**،دار السلام ، الریاض ،1430ھ/ 2009ء، ابواب البیوع، باب ما جاء [فی] ان العارية مؤادة، ح: 1265، ص: 405؛ **البداية و النهاية** ، 642/7

امام ترمذی کی **الجامع الصحیح**،**السنن** نام سے بھی معروف ہے۔ابن خیر الاشبیلی(م575ھ) نے اس کا مکمل نام یہ ذکر کیا ہے:**الجامع المختصر من السنن عن رسول الله ﷺ ومعرفة الصحیح و المعلول وما علیه العمل**۔مقالہ ہذا میں **الجامع** نام استعمال کیا گیا ہے، نیز دورانِ تحقیق مقالہ نگار کے زیرِ استعمال دارالسلام ریاض کے مطبوعہ نسخہ پر بھی یہ ہی نام درج ہونے کی وجہ سے بھی مقالہ میں **الجامع** نام لکھا گیا ہے۔کئی مکتبات نے الجامع الصحیح و هو سنن الترمذی نام سے اسے شائع کیا ہے،مثلاً قاہرہ کے مطبعة مصطفیٰ البابی الحلبی نے1356ھ /1937ء میں اسی نام سے شائع کیا ہے۔آئندہ حوالہ جات میں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی **الجامع** سے امتیاز کے لیے **الجامع (ت)** نام استعمال کیا جائے گا۔

58 - **الجامع**(ت)، ابواب الوصایا عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء لا وصیة لوارث، ح: 2120، ص: 641؛**البداية و النهاية** ،566/7،641

59 - **المسند**، ح: 21083، 34/ 561-562

60 - **الجامع**(م)، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، ح: 2950، ص: 515؛ **تاریخ الرسل و الملوک** ، 150/3؛**البداية و النهاية** ، 563/7، 640، 650، 652

61 - **الجامع**(م)، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، ح: 2950، ص: 515؛**المسند**،ح: 20695، 299/34؛ **البداية و النهاية** ،563/7، 650

62 - ان کا شمار صحابہ میں کیا گیا ہے، مذکورہ واقعہ میں اس ملاقات کے بعد مدینہ واپس گئے تو جنگ بعاث میں قتل ہو گئے۔ (ابن الاثیر،علی بن محمد(م630ھ)، **اسد الغابة فی معرفة الصحابة** ،دارالفکر،بیروت،س-ن، 327/2)

63 - **تاریخ الرسل و الملوک**، 351/2-352؛ **تاریخ الاسلام و وفیات المشاهر والاعلام**، 287/2؛ **البداية و النهاية**، 563/7

64 – **تاریخ الرسل و الملوک**، 126/3

65 – **ایضاً**، 127-126/3

66 – **ایضاً**، 128/3

67 – **ایضاً**، 151/3؛ **المستدرک علی الصحیحین**، کتاب العلم ، ح: 318 ، 171/1

68 – **المستدرک علی الصحیحین**، کتاب العلم ، ح: 321، 173-172/1

69 – **ایضاً**، کتاب العلم، ح: 322، 173/1

70 – **ایضاً** ، کتاب العلم ، ح: 323، 324، 325، 326 ، 1/ 173-174

71 – **الجامع**(ت) ، ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل القرآن ، ح: 2906، ص: 858

72 – **الجامع** (ب) ، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه، ح: 5027، ص: 901

73 – **الجامع** (ت)، ابواب فضائل القرآن ، باب ما جاء فی فضل القرآن، ح: 2906، ص: 858

74 – **الجامع** (ب)، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من اصحاب رسول الله ﷺ ، 5000، 5002،ص: 897؛ **الجامع**(م) ، کتاب الفضائل، باب من فضائل عبدالله بن مسعود وامه رضی الله تعالی عنهما ، ح:6332، 6333، 6338 ، ص: 1082-1083

75 – **الجامع**(م) ، کتاب الفضائل، باب من فضائل عبدالله بن مسعود وامه رضی الله تعالی عنهما ، ح:6330 ، 6326، 6328، 6329، ص: 1081-1082

76 – **الجامع**(ب)، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من اصحاب رسول الله ﷺ،ح:499، ص:896؛**الجامع**(م) ، کتاب الفضائل، باب من فضائل عبدالله بن مسعود وامه رضی الله تعالی عنهما ، ح:6334، 6335 ، ص: 1083

77 – **الجامع(ب)** ، کتاب البیوع، باب ما جاء فی قول الله عز و جل : ﴿فاذا قضیت ---الخ﴾ ،ح: 2047، ص:328

78 – **الجامع**(ت) ، ابواب المناقب ، باب مناقب معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابی بن کعب و ابی عبیدة بن الجراح رضی الله عنهم ، ح: 3791، ص: 1117

79 – **المستدرک علی الصحیحین** ،کتاب العلم، ح: 363، 189-188/1

80 – **الجامع**(ت) ، ابواب الاستئذان و الآداب عن رسول الله ﷺ، باب [ما جاء] فی تعلیم السریانیة ، ح: 2715 ، ص: 808

81 – **الجامع**(م) ، کتاب الامارة، باب فضل الرمی والحث علیه---، ح: 4946 ، ص: 858

82 - الواقدی، محمد بن عمر(م 207ھ)،**کتاب المغازی**، عالم الکتاب، بیروت، الطبعة الثانیة، 1404ھ/ 1984ء، 510/2؛ **السیرة النبویة**، 189/3؛ **الطبقات الکبری**، 276/10

83 - **الطبقات الکبری**، 276/10

84 - **جامع بیان العلم وفضله**، باب العبارة عن حدود علم الدیانات وسائر العلوم المتفرقات، ص: 795

85 - **الجامع** (ب) ، کتاب العلم، باب الانصات العلماء، ح: 121، ص: 26

86 - ابن بطّال،علی بن خلف(م449ھ)،**شرح صحیح البخاری**،مکتبة الرشد الریاض، الطبعة الثانیة 1423ھ/2003ء ، 196/1

87 - **الجامع** (ت)، ابواب العلم، باب [ما جاء] فی فضل الفقه علی العبادة،ح:2682،ص:799

88 - **الجامع** (م)، کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ عنهم،باب من فضائل ابو عبیده رضی اللہ عنه، ح: 6253،ص:1066

89 - **ایضاً**، کتاب الجمعة،باب حدیث التعلیم فی الخطبة،ح: 2025،ص: 351

90 - **ایضاً**، کتاب العلم ،باب ما جاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم،ح: 2650،ص:790

91 - **ایضاً**، کتاب العلم، باب ماجاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم ،ح: 2651،ص:790

92 - **الجامع** (ب)، کتاب العلم، باب تحریض النبی ﷺوفد عبدالقیس ان یحفظوا الایمان والعلم...،ح: 87،ص: 20

93 - **اسد الغابة فی معرفة الصحابة**، 244/4

94 - **الجامع** (ب)، کتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء اجازة خبر الواحد الصدوق---،ح: 7246،ص:1248؛ کتاب الادب،باب رحمة الناس والبهائم، ح: 6008،ص: 1051

95 - **المستدرک علی الصحیحین** ، کتاب فضائل القرآن ، ح: 2084، ص: 756

96 - ابن عساکر، علی بن الحسن (م 571ھ)، **تاریخ مدینة دمشق**، دار الفکر،بیروت، 1415ھ/1995ء، 350-324/4

97 - **ا سد الغابة فی معرفة الصحابة** ، 645/3

98 - **المستدرک علی الصحیحین** ، کتاب العلم ، ح: 362، 1/ 188

99 - **ایضاً** ، کتاب العلم ، ح: 357، 186/1

100 - **اسد الغابة فی معرفة الصحابة**، 397/6

101 - **ایضاً** ، 371/6

102 – **ایضاً**، 356/6

103 – **الجامع**(م) ، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة، ح:2015،ص: 349

104 – قاضی عیاض(م 544ھ)،**اکمال المعلم بفوائد مسلم**،دارالوفاءللطباعة والنشر و التوزیع،المنصورة، الطبعة الاولی، 1419 ھ /1998ء ،276/3؛ السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر(م911ھ)،**الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج**، دار ابن عفان، الطبعة الاولی 1416ھ/1996ء،449/2

105 – **الجامع**(ب) ، کتاب الاعتصام، باب تعلیم النبی ﷺ امته من الرجال والنساء مما علمه الله ...، ح: 7310، ص:1258

106 – **المعجم الاوسط**،ح:6319؛ 250/6

107– **الدرر فی اختصار المغازی و السیر** ،242-243؛ **الکامل فی التاریخ**،152/2-153؛ **تفسیر القرآن العظیم**، 346/4-348

108– ابراھیم 14: 24-25

109– السیرة النبویة ، 303/1